السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ پاک وہند میں پیر ومرشد عوام سے جو بیعت لیتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ بات کہاں تک درست ہے کہ جس کا کوئی پیر ومرشد نہ ہو اس کا پیر ومرشد شیطان ہوتا ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے؟ براہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔ (از قاری محمد ایاز الدین، حیدر آباد، انڈیا)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

جواباً عرض ہے کہ یہ سوال تفصیلی وضاحت چاہتا ہے جو درج ذیل ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ١١١ ... سورة التوبة

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اوران کے مالوں کواس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور (خود) قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات، انجیل اور قرآن میں اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا!! تو تم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اور اصطلاحاً (بیعت) اس معاہدے کو کہتے ہیں جو امیر کی اطاعت کے لیے کیا جاتا ہے۔ بیع وشراء میں خریدنے والا بیچنے والے کے ہاتھ میں پیسہ تھماتا ہے اور بیچنے والا مشتری کے ہاتھ میں اس کی خرید کردہ چیز دیتا ہے، اسی طرح بیعت کرنے والا اپنے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کا اقرار کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں چار طرح سے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر اہل ایمان کی بیعت کا ذکر ہے۔

(1) عمومی بیعت، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ١٠ ... سورة الفتح

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس ہی کی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔''

(2) بیعت رضوان جو چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر لی گئی تھی، فرمایا:

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ١٨ ... سورة الفتح

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ چنانچہ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

(3) آپ نے فتح مکہ اور اس کے بعد عورتوں سے خاص طور پر بیعت لی، فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الۡمُؤۡمِنٰتُ یُبَایِعۡنَکَ عَلٰۤی اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰہِ شَیۡئًا وَّ لَا یَسۡرِقۡنَ وَ لَا یَزۡنِیۡنَ وَ لَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَہُنَّ وَ لَا یَاۡتِیۡنَ بِبُہۡتَانٍ یَّفۡتَرِیۡنَہٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِنَّ وَ اَرۡجُلِہِنَّ وَ لَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَایِعۡہُنَّ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُنَّ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ١٢ ... سورة الممتحنة

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی او دکو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے وا ہے۔

(4) انفرادی بیعت: عمرو بن العاص اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کر سکوں۔ عمرو! کیا ہوا؟''، میں نے کہا: میں ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی شرط؟''، میں نے کہا: اللہ میری مغفرت فرمائے! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام لانے سے پچھلے تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی ہجرت اور حج کرنے سے پہلے جو کچھ کیا ہو، سب معاف ہو جاتا ہے (البدایہ)

حاکم وقت کی اطاعت کا عہد :

عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ان باتوں پر بیعت کی :

آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے ۔ چاہے تنگی کا عالم ہو یا فراخی کا، چاہے پسندیدہ بات ہو یا ناپسندیدہ، چاہے ہمارے اوپر کسی کو ترجیح ہی کیوں نہ دی گئی ہو، اس شرط کے ساتھ کہ ہم صاحب امر کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے ۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے آنے والوں سے مقام عقبہ (منیٰ) میں لی تھی :

''اور یہ کہ جب حضرت محمد ﷺ یثرب آئیں تو ہم ان کی مدد کریں گے اور جس طرح ہم اپنی جانوں، اپنی ارواح اور اپنی اولاد کا دفاع کرتے ہیں ویسا ہی ان کا بھی دفاع کریں گے اور ہمارے لیے جنت ہوگی ۔ ،، (صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث 1709)

یہ اطاعت مشروط ہے :

حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''ایک مسلمان کو حاکم وقت کی بات سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے چاہے پسندیدہ امر ہو یا ناپسندیدہ ، الایہ کہ اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے، ایسی صورت میں سمع واطاعت نہیں ۔ ،،

بیعت کا دائرہ ''امامت کبریٰ ،، تک محدود ہے ۔ ایسے امام ہی کو بیعت کی جاسکتی ہے جو واقعی اقتدار رکھتا ہو، حدود نافذ کرسکتا ہو، صلح وجنگ کے معاہدے کرسکتا ہو۔

3 ۔ ایک امام کی بیعت کے بعد دوسرے امام کی بیعت جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : ''جس کسی نے کسی امام کی بیعت کی، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور اپنا دل اس کے حوالے کردیا تو جب تک استطاعت ہے، اس کی اطاعت کرے، پھر اگر کوئی دوسرا شخص (امامت میں) اس کے ساتھ نزاع کرے تو دوسرے شخص کو گردن ماردو ۔ ،،

4 ۔ جماعت سے خروج ناجائز ہے، حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''جو شخص (امام وقت کی) اطاعت سے نکل گیا اور جماعت کو چھوڑ گیا پھر مرگیا، تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے قتال کرتا ہے، یا کسی عصبیت کی بنا پر غصے میں آجاتا ہے تو اس کی موت بھی جاہلیت کی موت ہوگی ۔ اور جو شخص میری امت پر خروج (بغاوت) کرتا ہے، وہ نیکوکار اور گنہگار سب کو مارتا ہے اور کسی مومن سے کے ساتھ برائی کرنے سے باز نہیں آتا اور جس سے عہد کیا ہے اس کے عہد کو پورا نہیں کرتا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ۔ ،، (صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث 1844)

5 ۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی بیعت کے سلسلے میں صحابہ کرام کا یہی طرز عمل تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور یہ وقت جب یزید بن معاویہ کے زمانے میں حرہ کا واقعہ ہوا۔ ابن مطیع نے کہا : ابوعبدالرحمٰن کےلیے تکیہ لگادو۔ عبداللہ بن عمر نے کہا : میں بیٹھنے کےلیے نہیں آیا، تمہیں صرف ایک حدیث سنانے آیا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور وہ یہ ہے :

''جس نے اپنا ہاتھ حلقہ اطاعت سے ہٹا لیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل (عذر خواہی) نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا ۔ ،،

ان آیات واحادیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں :

(1) اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کسی دوسرے خلیفہ یا امام کی بیعت سے مختلف ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت گویا اللہ سے بیعت ہے ۔ آپ ﷺ نے عقبہ (پہاڑی گھاٹی) میں جب انصار

مدینہ سے بیعت لی تھی تو گویا اس وقت آپ کے پاس اقتدار نہ تھا لیکن بحیثیت رسول ﷺ آپ نے یہ بیعت لی تھی اور یہ بھی ایک خاص مقصد کےلیے تھی کہ انصار اس وقت آپ کی پوری حفاظت کریں گے جب آپ مدینہ پہنچ جائیں گے ۔

(2) مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ بلاشرکت غیرے اقتدار کے مالک تھے ۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے مختلف مواقع پر سمع واطاعت کی بیعت لی اور بعض مواقع پر خاص خاص باتوں پر بیعت لی ۔

حدیبیہ کے مقام پر جب یہ افواہ گرم ہوئی کہ مکہ والوں نے آپ ﷺ کے ایلچی حضرت عثمان ﷺ کو شہید کردیا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پندرہ سو رفقاء سے بیعت لی اور یہ اس بات پر تھی کہ وہ راہ فرار اختیار نہ کریں گے اور دوسری روایت کے مطابق یہ بیعت موت پر تھی ۔

3 ۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو خواتین ہجرت کرکے مدینہ آئیں یا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں ان سے سورہ ممتحنہ کی آیت کے مطابق چند مخصوص باتوں پر بیعت لی ۔

یہ عورتیں چونکہ نئی نئی مسلمان ہوئیں تھیں، اس لیے ان چیزوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا جن میں وہ ایام جاہلیت میں ملوث رہی تھیں ۔ آپ ﷺ نے نو مسلم مردوں سے بھی انہی باتوں پر بیعت لی تھی ۔

4 ۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تو ہر حال میں واجب ہے ، بعد کے امراء وخلفاء کےلیے بھی سمع واطاعت کی بیعت کا حکم دیا گیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر وہ گناہ کی طرف بلائیں گے تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی ۔

5۔ خلیفہ کی بیعت اتنی اہم ہے کہ اگر کوئی دوسرا خلافت کا دعویدار پیدا ہوجائے تو اس کی گردن مارنے کا حکم دیا گیا اور یہ اس لیے کہ اسلامی مملکت میں بدامنی کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ خلیفہ کے پاس مکمل اقتدار ہو، وہ حدود نافذ کرسکتا ہو، جنگ اور صلح کے معاہدے کرسکتا ہو۔

6۔ خلیفہ کے ہوتے ہوئے اس کی اطاعت نہ کرنا اور جماعت سے خروج کرنا قابل مواخذہ جرم ہیں۔ اور ایسے آدمی کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ ایسے ہی ان لوگوں کی بھی جو کسی مذموم عصبیت (برادری، قومیت زبان، رنگ یا پارٹی) کی بنا پر قتل وقتال پر آمادہ ہوجائیں۔

بنوامیہ کے دور کے بعد جب بنوعباس سر آرائے خلافت ہوئے لیکن اندلس جیسے دور دراز علاقے میں بنوامیہ کے امراء نے اپنی حکومت قائم کرلی تو علمائے امت نے فتنہ وفساد کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس بات پر اتفاق کیا کہ ایک وقت میں دور دراز علاقوں میں دو علیحدہ علیحدہ خلافتیں ہوسکتی ہیں اور پھر اسی اصول کے تحت بعد کے ادوار میں خراسان اور ہندوستان کی مملکتیں بھی برداشت کی گئیں۔

7۔ صحابہ نے اس شخص کی بیعت نہیں کی جس نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا ہو۔ اس تمام تفصیل سے یہ تو واضح ہوگیا کہ بیعت کا دائرہ ''امامت کبریٰ،، تک محدود ہے۔ ایسے امام کی بیعت ہی کی جاسکتی ہے جو واقعی اقتدار رکھتا ہو، حدود نافذ کرسکتا ہو، صلح وجنگ کے معاہدے کرسکتا ہو، وہ چاہے جہاد پر بیعت لے یا کسی فعل خیر پر یا کسی برائی سے رکنے پر۔ بیعت لینا اس کا حق ہے، البتہ کسی غیر اسلامی کام پر اگر وہ بیعت لینا چاہے تو تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ صوفیاء کے حلقہ میں بیعت اصلاح وارشاد کے نام پر سے ایک نئی روایت ڈالی گئی جس کا خیر القرون میں کوئی اتا پتا نہیں ملتا۔ اگر مقصود لوگوں کی اصلاح ہے تو وہ مسجد کے منبر سے، خطیب کے خطبات سے، معلم کی تعلیم سے اور بڑے بوڑھوں کی فہمائش سے بھی حاصل ہوسکتی ہے اور ان سے بڑھ کر نیک لوگوں کی صحبت اس کام کے لیے ایک نسخہ کیمیا ہے۔ شریعت کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو غیر ضروری اور بے فائدہ ہو۔ شیخ یا مرشد جسے کوئی اختیار حاصل نہ ہو، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے آخر کون سا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر بالفرض ایک لمحہ کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ کارگر ہوسکتا ہے تب بھی مندرجہ ذیل قباحتوں کی بنا پر اسے قبول نہیں کیا جاسکتا:

(1) وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ١٥٣ ... سورة الانعام

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو،،

دین کا راستہ شریعت کا راستہ ہے اور اسی راستے پر چلنے ہی میں نجات ہے۔

(2) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١٠٥ ... سورة آل عمران

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے،،

مذہبی فرقہ بندی تو شروع ہو ہی گئی تھی کہ طریقت کے نام پر بے شمار سلاسل وجود میں آگئے اور پھر ہر سلسلہ ایک مستقل فرقہ اور جماعت بنتی گئی۔

نبی ﷺ نے تو ناجی جماعت کی نشانی یہ بتائی تھی: ما انا علیه واصحابی: ''جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ،، لیکن ہر صاحب سلسلہ اور ہر وہ جماعت جو بیعت کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے، اسے طرز عمل سے یہ کہہ رہی ہوتی ہے: ما انا علیه وسلسلتی او حزبی یعنی جس پر میں ہوں اور میرا طریقہ یا میری جماعت۔

چنانچہ اس سلسلے یا جماعت کو چھوڑنے کا مطلب ہے کہ گویا وہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔ یہاں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر کردہ ایک واقعہ پش کرتا ہوں جو ان کے جریدہ اہل حدیث 17 مارچ 1924ء میں شائع ہوا تھا، لکھتے ہیں:

''یہاں پر ایک واقعہ بلا کم وکاست ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں، حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی (جو میرے گمان میں مرد صالح ہیں) مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید تھے اور بعد بیعت مسئلہ تقلید کی تحقیق کرکے مقلد سے غیر مقلد ہوگئے مگر مولانا مرحوم کے حق میں انہوں نے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی۔

اس پر بھی مولانا کا ایک پوسٹ کارڈ (جو میں نے بچشم خود دیکھا ہے) موصوف کو پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ غیر مقلد ہوجانے کی وجہ سے میں تم کو اپنے حلقہ بیعت سے خارج کرتا ہوں۔ اب میرا تمہارا پیری مریدی کا تعلق نہیں رہا۔ (او کمال قال) ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔،،

(3) شیخ سے بیعت کرنا عذاب قبر سے چھٹکارا دلاتا ہے۔ پہلے یہ واقعہ پڑھیے اور پھر تبصرہ ملاحظہ فرمائیے:

''شیخ الاسلام چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جو کوئی ہمسایہ میں سے اس دنیا سے نقل (انتقال) کرتا، اس کے جنازے کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اس کی قبر پر بیٹھتے اور جو درود ایسے وقت میں پڑھتے آئے ہیں پڑھتے، پھر وہاں سے آتے، چنانچہ اجمیر میں آپ کے ہمسایوں میں سے ایک نے انتقال کیا۔ دستور کے مطابق آپ جنازے کے ساتھ گئے۔ جب اسے دفن کرچکے، خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہیں ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ گئے۔ شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ دم بدم آپ کا رنگ متغیر ہوا، پھر اسی وقت برقرار ہوگیا۔ جب آپ وہاں سے گھڑے ہوئے تو فرمایا: الحمد للہ بیعت بڑی اچھی چیز ہے۔ شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

جب لوگ اس کو دفن کرکے چلے گئے تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور انہوں نے کہا کہ اس کو عذاب کریں۔ اسی وقت شیخ ہارونی (آپ کے پیر صاحب) قدس سرہ العزیز حاضر ہوئ اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدوں میں سے ہے۔ جب خواجہ نے فرمایا: بیشک اگرچہ برخلاف تھا مگر چونکہ اس نے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے باندھا تھا تو میں نہیں چاہتا کہ اس پر عذاب کیا جائے۔ فرمان ہوا: اے فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھاؤ۔

میں نے اس کو بخش دیا۔ پھر شیخ الاسلام کی آنکھ میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے: اپنے آپ کو کسی کے پلے باندھنا بہت ہی اچھی چیز ہے۔ (شریعت وطریقت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ص 305.)

سبحان اللہ! نہ شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت، نہ کتاب وسنت کا کوئی لحاظ، شیخ کی بیعت جنت کا پروانہ ہوگیا۔

اور پھر جس طرح سے یہاں کتاب وسنت کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اللہ عالم الغیب ہے لیکن یہاں شیخ عذاب قبر کا سارا انتظام دیکھ رہے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ فرشتہ جبرئیل سے ہم کلام ہوتے تھے، یہاں شیخ عذاب کے فرشتوں سے مجادلہ کررہے ہیں۔ حدیث کے مطابق ابیاء اور صلحاء کو قیامت کے دن شفاعت کا موقع دیا جائے گا، یہاں عین عذاب قبر سے پہلے ہی شفاعت کی جارہی ہے جو فوراً ہی قبولیت کے مراحل طے کرگئی۔

جس صحیح حدیث میں نبی ﷺ کے دو قبروں پر سے گزرنے، دونون کو عذاب قبر ہونے، آپ کے ان دونوں قبروں پر ٹہنی لگانے کا واقعہ نقل ہوا ہے اور پھر ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اسے ذرا ذہن میں تازہ کیجیے۔ نبی ﷺ جنہیں الہام الٰہی سے دو اشخاص کے عذاب قبر کے بارے میں بتایا گیا، وہ یقیناً مسلمان تھے، رسول اللہ ﷺ کی بیعت میں داخل تھے لیکن انہیں تو یہ بیعت کام نہ آئی یہاں تک کہ رسول ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور بطور علامت وہ ٹہنیاں بھی لگائیں کہ جن کے خشک ہونے تک دونوں کے عذاب میں تخفیف کی گئی تھی، کیا یہ ایک قباحت ہی کافی نہیں کہ جس سے مزعومہ بیعت کی قلعی کھل جاتی ہے۔

(4) طریقت اور بیعت چونکہ لازم وملزوم ہیں، چنانچہ اس تعلق سے بھی نئے نئے شگوفے کھلتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں: ''بیعت کے سلسلے میں صوفیہ نے ایک اور شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اویس قرنی نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا، نہ بیعت کی توان کے ارواح کی آپس میں بیعت کرادی اور اسے نسبت اویسیہ کا نام دیا۔

شیخ کی فلاں شیخ سے ملاقات ہی ثابت نہیں یا پیر کی وفات کے بہت عرصہ بعد مرید کی پیدائش ہوئی ہو تو وہ یہی نسبت اویسیہ قائم کرکے اپنا سلسلہ جاری فرما کر کام چلالیے ہیں۔،،

(5) اپنی غلط رسموں کو جائز کرنے کے لیے قرآن وسنت کی مخصوص تاویلات فاسدہ کی جاتی ہیں کہ انسان اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ ابن جوزی، محمد بن طاہر کے حوالے سے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''پھٹے ہوئے کپڑے پہننے کے بارے میں شیخ کا مرید پر شرط رکھنا۔،، پھر انہوں نے اس بات کے ضمن میں بطور دلیل عبادہ بن صامت کی یہ حدیث پیش کی ہے: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور فراخی ہر حال میں سمع واطاعت کریں گے۔،، دیکھیے کیا خوب نکتہ نکالا ہے۔ کہاں شیخ کا مرید پر مذکورہ شرط رکھنا اور کہاں اسے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اسلام سے جوڑنا جو کہ نہ صرف لازم ہے بلکہ خود رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔

(6) اگر امت مسلمہ ایک بڑے جہاز کی مانند ہے تو یہ مختلف فرقے اور طریقے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کی مانند۔ شدید طوفان کی صورت میں جہاز تو بچ جاتا ہے لیکن چھوٹی کشتیاں غرق ہوجاتی ہیں۔ تعجب ہے کہ کتاب وسنت کے جہاز کو چھوڑ کر لوگ ان بجروں (مخصوص گول کشتیوں) پر کیوں سوار ہوتے ہیں جبکہ سمندر میں تلاطم ہی تلاطم ہے اور کشتی کسی وقت بھی ڈوب سکتی ہے۔

آخر میں ان چند شبہات کا جائزہ بھی لے لیا جائے جو قائلین بیعت کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ ''تین آدمی بھی سفر کر رہے ہوں تو ایک کو امیر بنانے کا حکم ہے، چہ جائیکہ پوری جماعت ہو اور اس کا امیر نہ ہو۔،،

سفر میں امیر بنانا رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے لیکن وہاں بیعت کا ذکر نہیں ہے اور یہ امارت سفر کے ختم ہونے کے ساتھ ہی تمام ہوجاتی ہے۔ گویا وقتی طور پر نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے ایسے پیر کی اطاعت لازمی قرار دی گئی لیکن اسے امامت کبریٰ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جہاں دوسرے مدعی امامت کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی گردن ماردی جاتی ہے۔

2۔ ''بیعت اصلاح وارشاد کو نماز کی امامت کی طرح سمجھا جائے، یعنی امامت صغریٰ کو امامت کبریٰ سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔،،

امامت سفر کی طرح نماز کی امامت بھی نماز کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے، جونہی امامت نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، مقتدی اور امام کا تعلق ختم ہوگیا۔ دوسرا یہ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی میں کیا صرف ایک ہی نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا تھا یا ہر علاقے بلکہ ہر محلے کی مسجد میں نماز نہیں ہوتی تھی؟ حضرت معاذ بن جبل عشاء کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر عوالی جاکر اہل محلہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔

لیکن امام وقت یا خلیفہ سے بیعت کرنے کے بعد کیا ہر شہر یا ہر محلہ میں جزوی بیعت ہوا کرتی تھی، جو پیر ومرشد اپنے لیے روا رکھتا ہو؟ کم از کم خیر القرون میں تو ایسی بیعت کا نام ونشان نہ تھا، قرون ثلاثہ (زمانہ رسول، زمانہ صحابہ، زمانہ تابعین اور تبع تابعین) کے بعد جہاں فرقہ بازی کی بدعت پیدا ہوئی وہاں تصوف کے سلسلوں کے نام پر مشائخ کے ہاتھ پر بیعت اصلاح وارشاد کی بدعت بھی وجود پذیر ہوئی۔

3۔ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں طوق بیعت نہ تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔،، (الحدیث)

(صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث 1851)

شریعت کے تمام احکامات استطاعت سے مشروط ہیں۔ ایک شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو لیکن بیت اللہ تک پہنچے کے تمام راستے مسدود ہوں، چاہے جنگ وجدال کی بنا پر یا کسی دوسرے سبب کی بنا پر تو ایسے شخص پر حج کرنا واجب نہ ہوگا جب تک کہ راستے کھل نہ جائیں، حالانکہ ایسی ہی وعید حج پر نہ جانے والوں کے لیے بھی ہے۔ ایسے ہی زکاۃ ادا نہ کرنے والے کے لیے سخت وعید ہے لیکن جس شخص کے پاس اتنا مال ہی نہ ہو کہ جس میں زکاۃ واجب ہو تو وہ زکاۃ دینے سے مستثنیٰ ہے۔ وضو میں ہاتھ پیر دھونے لازم ہیں لیکن اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کٹا ہوا ہو تو وہ اسے کیسے دھوئے گا؟

بعینہ اگر ایسا خلیفہ موجود ہو جو صاحب اقتدار ہو، حدود کو نافذ کرسکتا ہو، صلح وجنگ کے جھنڈے بلند کرسکتا ہو، قرآن وسنت کو نافذ کرسکتا ہو تو جہاں جہاں اس کا اقتدار ہے وہاں تمام لوگوں پر اس کی بیعت لازم ہے، نہ بیعت کریں کے تو بموجب حدیث مذکورہ جاہلیت کی موت مریں گے۔ لیکن اگر خلیفہ سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر بیعت کا محل نہ ہونے کی بنا پر یہ حکم بھی ساقط ہوجائے گا اور ایسے ہی وہ لوگ جو ایک خلیفہ کے دائرے اقتدار سے خارج رہتے ہوں ان کے لیے بھی ایسے خلیفہ کی بیعت لازم نہ ہوگی۔

1924ء میں خلافت عثمانیہ کے ختم کیے جانے کے بعد اول تو مسلم ممالک پر استعمار کا غلبہ ہوگیا۔ خود ہندوستان بھی ڈیڑھ سو سال انگریزی استعمار کا ہر اول دستہ بنا رہا تو جب خلیفہ ہی نہ رہا تو بیعت کس کے ہاتھ پر کی جاتی۔ مسلم ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو اکثر نے جمہوری یا آمرانہ نظام اپنایا۔ بیعت کے اس طریقہ کو خیر آباد کہا جو اہل حل وعقد کی مشاورت سے منعقد ہوتی ہے، اس لیے نظام بیعت بھی معطل ہوتا چلا گیا۔ جہاں جہاں کسی درجے میں بھی ایسا نظام قائم ہو جو کتاب وسنت کو نافذ کرتا ہو، وہاں حاکم وقت کے ہاتھ پر بیعت کے بعد ہی اس کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔

4۔ بیعت اصلاح وارشاد کاایک عہدنامہ کی طرح اعتبار کیا جائے تو کیا حرج ہے ؟

یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ سلف صالحین میں اس کا رواج نہ تھا۔

ابو نعیم اصبہانی اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں اپنی اسناد ذکر کرنے کے بعد مطرف بن عبداللہ بن شخیر (تابعی) کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن صوحان کے پاس جایا کرتے تھے جو کہا کرتے تھے : ''اے اللہ کے بندو! اکرام کرو اور (عمل میں) خوبصورتی پیدا کرو! بندے اللہ تک ان دو وسیلوں سے پہنچ سکتے ہیں ، خوف و طمع ۔ ،،

ایک دن ہم ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ (شاگردوں نے) ایک عبارت اس مضمون کی لکھی ہے : '' اللہ ہمارا رب ہے ، محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں ، قرآن ہمارا امام ہے ، جو ہمارے ساتھ ہوگا ہم اس کے ساتھ ہیں اور اس کے لیے ہیں ۔ جو ہمارے مخالف ہوگا ، ہمارا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا اور ہم ایسا ویسا کریں گے ۔

پھر انہوں نے یہ مکتوب لیا اور ہر شخص سے باری باری یہ کہا : اے فلاں ! کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ یہاں تک کہ میری باری آگئی اور انہوں نے کہا : اے لڑکے ! تم بھی اقرار کرتے ہو؟ میں نے کہا : نہیں ، کہنے لگے : اس لڑکے کے بارے میں جلد بازی نہ کرو۔ پھر مجھ سے پوچھا بچے ! تم کیا کہنا چاہتے ہو، میں نے کہا : اللہ اپنی کتاب میں مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس عہد کے بعد کسی اور عہد کا پابند نہیں ہوں ۔ اقرار نہ کیا ۔ میں نے مطرف سے پوچھا : تمہاری تعداد کیا تھی ؟ بولے : تیس کے قریب آدمی ہوں گے ۔

امام ابن تیمیہ نے اس مسئلے کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے ۔ وہ ایک فتویٰ کے ضمن میں کہتے ہیں : ''اگر لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نیکی وتقویٰ پر تعاون کرنے پر جمع ہوں تو بھی ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ ہر بات میں نہ ہوگا بلکہ صرف اس حد تک جہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی ۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو رہی ہو تو وہ ساتھ نہ دے گا ۔ یہ لوگ سچائی ، انصاف ، احسان ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر ، مظلومین کی مدد اور پھر ہر اس کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں ۔ وہ نہ ظلم کرنے پر ، نہ کسی جاہلی عصبیت پر ، نہ خواہشات ہی کی پیروی پر تعاون کریں گے ، نہ فرقہ بازی اور اختلاف ہی پر اور نہ اپنی کمر کے گرد پٹی باندھ کر کسی شخص کی ہر بات ماننے پر تعاون کریں گے اور نہ کسی ایسے حلف نامے ہی میں شریک ہوں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔

ان میں سے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے یا کسی دوسرے کے استاد کی خاطر اپنی کمر کے گرد پٹی باندھے جیسے سوال میں پوچھا گیا ۔ کسی ایک معین شخص کے لیے پٹی باندھنا یا اس کی طرف نسبت کرنا ، جاہلیت کی بدعات میں سے ہے اور ان حلف ناموں کی طرح ہے جو جاہلیت میں کیا کرتے تھے یا قیس و یمن کی فرقہ بازیوں کی طرح ہے ۔ اگر اس باندھنے سے مراد بر و تقویٰ پر تعاون ہے تو اللہ اور اس کے رسول نے ویسے ہی اس کا حکم دیا ہے ، بغیر کسی ایسے بندھن کے ۔ اور اگر اس سے مراد گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہے تو وہ ویسے ہی حرام ہے ، یعنی اگر اس طرح خیر کا کام کرنا مقصود ہے تو اللہ اور اس کے رسول کے اشادات میں اس کام کی پوری رہنمائی ملتی ہے ۔ استاد کے ساتھ اس نسبت کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر برائی مقصود ہے تو اللہ اور اس کے رسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں ۔ ،،

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے شخص سے اپنی ہر بات منوانے پر عہد لے یا اس بات پر کہ جس کا میں دوست ہوں اس سے دوستی رکھوں اور جس کا میں دشمن ہوں اس سے دشمنی رکھو بلکہ ایسا کرنے والا چنگیز خان اور اس کے حواریوں جیسا ہے ۔ اور جو ہر اس شخص کو اپنا دوست اور حمایتی سمجھتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہو اور ہر اس شخص کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جو ان کی مخالفت کرتا ہو بلکہ انہیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کیا ہوا عہد یاد رکھنا چاہیے کہ اطاعت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ۔ صرف وہی کام کرتا ہے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے ، ہر اس چیز کو حرام ٹھہرانا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے ، وہ اپنے اساتذہ (و مشائخ) کے حقوق کا ضرور خیال رکھیں ، اتنا ہی جتنا اللہ اور اس کے رسول نے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے ۔ اگر کسی کا استاد مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے ، اگر ظلم کرے تو اس کی ظلم پر اعانت نہ کرے بلکہ اسے ظلم کرنے سے روکے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے ۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ۔ ،،

آپ سے کہا گیا : مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کرتے ہیں لیکن ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے ہوگی ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''تم اسے ظلم کرنے سے روکو یہی اس کی مدد ہے ۔ ،، (صحیح البخاری ، الاکراہ ، حدیث 6952)

باقی یہ کہنا کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر و مرشد شیطان ہے تو یہ بات اس شخص کے لیے درست ہے جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا ہو لیکن وہ شخص جو صرف اپنی نسبت اللہ کے رسول ﷺ اور ان کی حدیث کی طرف کرتا ہو ، اسے شیطان کی طرف منسوب کرنا ، اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے ۔

ما أنا علیہ واصحابی (جس طریقے پر میں (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور میرے صحابہ قائم ہیں ۔) کا تقاضا یہی ہے کہ ہر اس عمل سے اجتناب کیا جائے جس پر مہر نبوت ثبت نہ ہو اور جسے صحابہ کرام نے کیا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام کلمہ کو حضرات کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین !

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11